

حکومت کی دانشمندانہ حکمتِ عملی اور لبرلز کی دُہائی

سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف حالیہ احتجاج کو حکومت نے دانش مندی اور فراست سے نمٹا ہے، وزیر اعظم جناب عمران خان نے متحمل مزاج و فاقی وزیر مذہبی امور ڈاکٹر نور الحق قادری کو یہ فریضہ سونپا، انہوں نے احسن طریقے سے اسے انجام تک پہنچایا اور ایک معاہدے کے تحت احتجاج پر امن طریقے سے ختم ہو گیا۔ نہ کوئی گولی چلی، نہ لاشیں چلی اور نہ آنسو گیس کے شیل پھینکے گئے۔ اس پر ہمارے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں مورچہ زن لبرل عناصر سرخ پا ہیں، اُن کے ہاں صفِ ماتم کچھی ہوئی ہے کہ حکومت نے بزدلی دکھائی، سرنڈر کر دیا، حکومت کی رٹ کہاں ہے، سیکورٹی کے اداروں نے لوگوں کو بھون کر کیوں نہ رکھ دیا، انھیں نشانِ عبرت کیوں نہ بنادیا، ہمیں لبرل عناصر کی اس رنجیدگی اور داخلی کرب پر تاسف کے ساتھ اُن سے ہمدردی بھی ہے، وہ غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے دو گھونٹ پانی پی لیں۔ دین اور اہل دین سے نفرت کرنے والوں پر ایسا وقت آتا رہتا ہے، قرآن کریم میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ”بغضِ تو ان کی باتوں سے عیاں ہو چکا اور جو (نفرت) وہ اپنے دلوں میں چھپائے بیٹھے ہیں، اس سے بدرجہا زائد ہے، (آل عمران: 118)۔“

اپنے لوگوں پر گولی چلانا کسی بھی حکومت کے لیے دانش مندی کا کام نہیں ہے، اپنی عقل و دانش پر ناز کرنے والے لبرل دانشوروں کو معلوم ہونا چاہیے کہ تحریکِ لبیک ممتاز حسین قادری کی شہادت کے نتیجے میں وجود میں آئی، اب تک یہ لوگ انہی کی لاش کو اٹھائے پھر رہے ہیں۔ اگر لبرلز کی خواہش کے مطابق دس بیس یا اس سے زیادہ لاشیں اور گرا دی جاتیں، تو انھیں تو سکون مل جاتا، لیکن اس کا ردِ عمل حال ہی میں قائم ہونے والی حکومت کو بہالے جاتا یا بے حد کمزور کر دیتا اور ملک دیر تک اس کا خمیازہ بھگتتا رہتا۔ محبتِ رسول کی حلاوت سے محروم دل و دماغ والوں کے لیے اس کرب کا ادراک مشکل بلکہ اُن کے تبصروں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ناممکن ہے۔

انتہائی ناگزیر حالات کے بغیر اپنے لوگوں پر گولی چلانا احقنا فعل ہوتا ہے، اس اندھے پن کے لیے کسی علم و دانش کی ضرورت نہیں ہوتی، بس طاقت کے نشے میں چور ہونا ہی کافی ہوتا ہے۔ حال ہی میں اٹلی کے ایک صوبے کٹالیا نے اپنے وفاق سے بغاوت کر کے ریفرنڈم کے ذریعے اپنی آزادی کا اعلان کیا اور متوازی حکومت قائم کر دی، اٹلی کی حکومت نے اسے خلافِ آئین قرار دیا اور اس کو رد کر دیا، ایکشن لے کر اس حکومت کو معزول کیا، لیکن لاشوں کے ڈھیر نہیں لگائے۔ وہ تو لبرل ملک ہے، ہمارے لبرلز کے مطابق وہاں گشتوں کے پستے لگنے چاہیے تھے، لیکن دانش مند حکومتیں معاملات کو نمٹانے کے لیے عقل سے کام لیتی ہیں۔

کیا ملک میں دھرنے پہلی بار ہوئے تھے، 2011 میں مذہب ہی کے عنوان سے فقہ جعفریہ والوں نے جابجا دھرنے دیے، لیکن کریک ڈاؤن نہیں کیا گیا، اس کے بعد 2012 اور 2014 میں سیاسی دھرنے ہوئے جن میں ریڈ زون میں قانون شکنی، پارلیمنٹ اور پی ٹی وی پر چڑھائی، قبریں کھودنے اور کفن پہننے کے واقعات شامل ہیں، لیکن صبر و ضبط سے کام لیا گیا اور خون و خرابے سے ملک بچ گیا۔ حضور والا! اُس وقت بھی ریاست یہی تھی، آئین و قانون بھی یہی تھا، ہماری سلامتی کے ادارے اور معزز عدالتیں بھی یہی تھیں، اُس وقت تو ریاست کی ناکامی کی دہائی نہیں دی گئی، میڈیا مسلسل لائیو کوریج دے رہا تھا، اُس وقت جونشر ہوا، آج کے تحت نشینوں کو خود اس پرندامت ہو رہی ہوگی۔

صرف مذہب اور اہل مذہب کے ساتھ لبرلز کا اتنا نفرت انگیز رویہ ناقابل فہم ہے، ایسکر پرسن سرکاری ترجمانوں کے منہ میں اپنی بات ڈالنے کے لیے سورنگ سے مضمون باندھتے ہیں، اس سے پہلے ایم کیو ایم کے زمانے میں کئی کئی دن مسلسل ایسی ہڑتال ہوتی تھی کہ پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا تھا، بینظیر بھٹو مرحومہ کی شہادت پر کیا کچھ نہیں ہوا، اُس وقت لبرل میڈیا مظاہرین پر ہتھ پڑا۔

میں لکھتا رہا ہوں کہ لبرل ازم (ضد مذہب) ایک عقیدہ ہے۔ آج سے 175 سال قبل لبرل ازم کے فروغ کے لیے ”دی اکا نومسٹ“ رسالہ جاری ہوا۔ اس کے 13 ستمبر کے شمارے میں مغربی اہل علم کی 37 کتب اور 12 ماہرین کے مضامین سے استفادہ کرتے ہوئے لبرل ازم کی ناکامیوں اور خطرات کی نشاندہی کی اور کہا ”Now, Liberalism is a broader faith“ یعنی اب لبرل ازم ایک وسیع تر عقیدہ بن چکا ہے۔ اُسے اپنے سامنے تو اتنا چیلنج کرنے والی عملی اور فکری قوت مذہب ہی نظر آتا ہے، اس لیے انھیں مذہب اور اہل مذہب کا وجود ایک پل گوارا نہیں ہے، چنانچہ انہوں نے Reinventing Liberalism for the 21st Century یعنی اکیسویں صدی کے لیے لبرل ازم کی تشکیل کی بات کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ لبرل ازم کے نظریے کو بھی مشکلات درپیش ہیں۔ میں ان شاء اللہ لبرل ازم پر الگ سے آرٹیکل لکھوں گا۔

اگر علامہ خادم حسین رضوی، علامہ پیر افضل قادری اور ڈاکٹر آصف اشرف جلالی سپریم کورٹ فل بچ کے سامنے خود آکر دلائل دینا چاہتے ہیں اور سپریم کورٹ کے شکوک کا ازالہ کرنا چاہتے ہیں، تو اس میں کیا خراب بات ہے، ماضی میں سپریم کورٹ آف پاکستان جناب شیخ رشید اور جناب سراج الحق کو پانا مائیکس میں یہ موقع دے چکی ہے، انہوں نے عدالت کے سامنے روم ٹرم پر آکر خود اپنا موقف پیش کیا، تو کیا ناموس رسالت کا عنوان پانا مائیکس ایسی رعایت کا بھی حق دار نہیں ہے۔ نیز فل کورٹ کا مطالبہ بھی کوئی غیر آئینی اور غیر قانونی عمل نہیں ہے، اس سے کوئی قیامت نہیں ٹوٹ پڑے گی، نہ اس سے ہمارا نظام آئین و قانون پامال ہو جائے گا۔ ماضی میں تو آئین کی بساط لپیٹی جاتی رہی ہے، اُسے معطل کیا جاتا رہا ہے، غاصب حکمرانوں کو نہ صرف حکومت کرنے بلکہ حکومت میں توسیع اور آئین میں تبدیلی کا آئینی جواز فراہم کیا جاتا رہا ہے، محترمہ بینظیر بھٹو مرحومہ نے عدالتوں کو ”کننگر و کورٹس“ کہا تھا، لیکن سنگ جج صاحبان میں سے کسی نے بھی اُن پر توہین عدالت کی دفعہ نہیں لگائی۔

توہین رسالت تو جذباتی مسئلہ ہے، مولانا سمیع الحق کا آخری خطاب ان حضرات سے بہت آگے کی بات ہے، ساحر لدھیانوی نے ”اُس بازار“ کا نوہ پڑھتے ہوئے کہا تھا:

کہاں ہیں، کہاں ہیں محافظ خودی کے
 کہاں ہیں، کہاں ہیں ”کھان تھے“ اور ”شناخوان تقدیس مشرق“ کی جگہ ”شناخوان تقدیس“
 اگر آئین شکنی کے تناظر میں ”کہاں ہیں“ کی جگہ ”کہاں تھے“ کی جگہ ”شناخوان تقدیس مشرق“ کی جگہ ”شناخوان تقدیس“ آئین و قانون“ پڑھ لیا جائے، تو سوال یہ ہے کہ آج ”رٹ آف دا گورنمنٹ“ کی دہائی دینے والے لبرلز اُس وقت کہاں تھے۔ ساٹھ اور ستر کے عشرے میں تو سیاست و صحافت کے میدان میں بعض اہل عزیمت موجود تھے، اُن کی عزیمت کی داستانیں اب بھی دہرائی جاتی ہیں، لیکن پچاس پچاس لاکھ کے بچک والوں کے لیے تو ایرنڈیشن سے نکل کر دھوپ میں کھڑے ہونے کا تصور بھی حوصلہ شکن ہوگا، انھیں شیشے کے گھر میں بیٹھ کر چاند ماری کا فن آتا ہے، یہ مذہبی جنونی تو عسرویسر میں میدان میں آکر بیٹھ جاتے ہیں اور سینہ تان کر کہتے ہیں: ”مارو گولی، ہمیں شہادت چاہیے“، علامہ اقبال نے کہا تھا:

شہادت ہے مطلوب و مقصود و مومن
 نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی
 چٹائیوں پر بیٹھنے والے جیل کے فرش پر بھی بیٹھ جائیں گے اور لیٹ جائیں گے، مگر لبرلز مجاہدین سے قربانی کی توقع، نا بھائی

نا!، علامہ اقبال نے ان مجمل نشین لبرل مجاہدین کا ذکر یوں کیا ہے:

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں! کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

اور جنونی عاشقانِ رسول کے دلوں میں محبتِ رسول کے جو جذبات موجزن ہیں، ان کو ان اشعار میں بیان کیا ہے:

مجھے رو کے گاٹو اے ناخدا! کیا غرق ہونے سے

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفسِ ان کی

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ بجنہ سائی سے

وزیرِ اعظم جناب عمران خان سے گزارش ہے کہ ان لبرلز کے بہکاوے میں نہ آئیں، سمندر کے سے سکون اور ضبطِ نفس کے

ساتھ ملک کو آگے لے کر جائیں تاکہ آپ ملک کا مستقبل سنوارنے کے لیے اپنے حسین خوابوں کو تعبیر دے سکیں۔ بلاول بھٹو نے کہا

ہے: ”عمران خان قدم بڑھاؤ، ہم تمہارے ساتھ ہیں“، اس کے پیچھے جو خواہش مستور ہے، وہ آپ سمجھ سکتے ہیں، مہمیز دینے والے کئی

جو کی قطار میں کھڑے ہیں، لیکن یہ آپ کے اقتدار کے جلد خاتمے کے خواہش مند ہیں۔ جناب فواد چودھری کا کوئی مسئلہ نہیں ہے، وہ

پرسوں کسی اور کے، کل کسی اور کے اور آج آپ کے قصیدہ خواں ہیں، مشکل وقت آیا تو کوئی اور آشیانہ تلاش کر لیں گے، اُن متانت

و وقار والے رفقاء کے مشورے مانیں جو عسر و یسر میں آپ کے ساتھ کھڑے رہیں۔ گھاس پھوس کے ڈھیر کو آگ لگانے کے لیے

ایک ماچس کی تیلی کافی ہے، چند لحظات میں بھسم ہو جائے گا، لیکن اس آگ کو بجھانا مشکل ہوتا ہے۔

ملک کی سلامتی اور نظامِ عدل سے وابستہ تمام اصحابِ مناصبِ جلیلہ سے میری موذبانہ گزارش ہے کہ اپنی اپنا پر ملک و ملت کی

سلامتی کو مقدم رکھیں۔ احتجاج اور دھرنے کا کلچر ہمارے وطن عزیز میں آج کا نہیں ہے، اس کے پیچھے ایک تاریخ ہے، اس میں ریاست

اور اداروں کی بے تدبیری بھی شامل ہے، کیونکہ ہم وقتی ہدف کو حاصل کرنے کے لیے ہر قدم اٹھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، مگر اس

کے عواقب پر اُس وقت غور نہیں کرتے۔ لیکن شتر مرغ کی طرح ریت میں منہ چھپانے سے طوفانِ ٹلانا نہیں کرتے، سب ذمے داران کو

دانش و فراست، صبر و ضبط اور حوصلہ مندی سے کام لینا چاہیے، یہ وطن عزیز ہے تو اعلیٰ مناصب بھی ہیں، شان و شوکت بھی ہے، آئین

و قانون بھی ہے، الغرض سب کچھ اس وطن عزیز کی بقا کے صدقے میں ہے، ہم عاجز و بے اختیار لوگ صرف مخلصانہ مشورہ دے سکتے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن صاحب

کے کالمز کی کتب گھر بیٹھے آن لائن منگوانے کیلئے

اس نمبر پر رابطہ کیجیے۔

0305-2578627



(روزنامہ دنیا نیوز 05 نومبر 2018)

